© rasailojaraid.com

ربّانی ٹیلی گرام : انسانیت کے نام

بحمداللہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا ۳۹واں سالانہ اجلاس ۱۸/دسمبر۲۰۱۱ء بروز اتوار قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔ صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن جناب ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی اپریل ۲۰۱۰ء میں اس دارِفانی سے رحلت ہم سب کے لیے بڑا سانحہ اور صدمہ تھا' لیکن ان کے ہم مقصد ساتھی' اعوان وانصار اور جملہ اراکین انجمن حسبِ سابق انجمن کی تحریک دعوت رجوع اِلی القرآن کی ہمہ جہت مساعی میں نہ صرف دلچسپی لے رہے ہیں بلکہ دامے درمے سخنے قدمے کوشاں ہیں اور تعاون جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ جملہ وابستگان عنداللہ ماجور ہوں گے' کیونکہ یہ سب حضرات پورے خلوص کے ساتھ ایک اہم دینی فریضے یعنی کتاب اللہ کے پیغام وہدایت کی اشاعت وتوسیع کے مبارک کام میں شریک ہیں۔ اوران کی وابستگی صرف ایک فرد یعنی مرحوم ومغفور صدر مؤسس کے ساتھ ذاتی تعلق کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ رضائے الٰہی کے حصول اوراخروی نجات کے لیے ہے۔ چنانچہ سالانہ اجلاس کا انعقاد اس اعتبار سے بھی ہم سب کے لیے انبساط اور اطمینان کا باعث تھا کہ اللہ کے فضل وکرم سے مرکزی انجمن نے بغیر کسی حادثے یا بالفاظِ دیگر بغیر انتشار وافتراق کے ۳۹سال مکمل کر لیے' فللّٰہ الحمد والمنۃ!

ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے اپنے قرآنی فکر میں ملّتِ اسلامیہ اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کی ایمانی صورتِ حال کی نباضی جس تفصیل اور دقتِ نظر سے کی اور ان کمزوریوں کا جو علاج نہ صرف تجویز کیا بلکہ طویل عرصے اس کے لیے عملی جدّوجہد بھی کی' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت عصرِ حاضر کے دوامراض کا شکار ہے' اور یہ دو امراض شُبہات اور شَہوات ہیں۔ شبہات اور فکری اھواء (یعنی intellectual whims) علمی اعتبار سے ہمارے اَذہان کا روگ ہیں جو ہمارے قلوب میں ایمان کی تخم ریزی اور آبیاری نہیں ہونے دیتے۔ یہ شبہات بالخصوص تعلیم یافتہ اصحاب میں بہت سے خوشنما رنگوں اور گوناگوں عنوانات کی شکل میں موجود ہیں اور عقل وفہم پر وائرس کا سا اثر رکھتے ہیں' نتیجۃً ایمان ویقین کی جگہ ارتیابیت اور تشکیک کو پروان چڑھاتے ہیں۔ اس طرح اغیار اوران حضرات کا یہ موقف سامنے آتا ہے کہ قرآن آزادانہ عقلی بحث ونظر میں رکاوٹ ہے' اس کی تعلیمات جامد اور انسانی عقل کو پابندِ سلاسل کرتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس یہ ہے کہ گزشتہ دو اڑھائی صدیوں کے درمیان مسلمانوں کے علمی انحطاط اور سائنسی تنزل کے اسباب بالکل دوسرے ہیں۔ قرآن درحقیقت وہ واحد الہامی نوشتہ ہے جس نے پرزور اور کھلے الفاظ میں اپنے مخاطبین کو عقل وفہم اور تفکر وتدبر سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ جو انسانوں کو نہ صرف آفاق وانفس میں غور وفکر کی تلقین کرتا ہے بلکہ مختلف مسائل و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملات میں غیر علمی روش اور اوہام پرستی کی بجائے علمی اور سائنسی منہاج اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا مرض ہوائے نفس' ادنیٰ خواہشات کے کثائف اور شہوات (animal desires & ambitions) کے حوالے سے ہے جو ہمیں بری طرح گھیرے رکھتی ہیں اور ہم پر مسلط ہو کر' از روئے قرآن 'اسفل سافلین' کے پاتال میں دھکیل دیتی ہیں۔ اس تناظر میں برادرِ بزرگ رحمہ اللہ نے جس جس انداز سے قرآن مجید کی اہمیت و مرکزیت کی طرف ہماری مؤثر رہنمائی کی ہے وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت تھی۔ علمی ممارست' گہرا یقین اور قرآن کا قال ''حال'' بن جانا — یہ وہ اُمور تھے جو ان کی مجالس دروسِ قرآنی میں بتمام و کمال نظر آتے تھے۔ چنانچہ پاکستان اور بیرونی ممالک میں کثیر تعداد میں ایسے حضرات ہیں جن کی زندگیوں میں ان کے خطابات اور کتب نے اسلام کے مطابق نہ صرف زندگی بسر کرنے بلکہ اس کا فعال داعی بننے کا جذبہ پیدا کیا۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے تمام دروسِ قرآن اور دینی موضوعات پر تقاریر اور تحریریں قرآنی اصالت اور موجودہ حالات و مسائل کے درمیان تطبیق کی سنجیدہ کوششیں ہیں۔ انہوں نے شعوری طور پر واضح انداز میں یہ جان لیا تھا کہ تحریک رجوع اِلی القرآن کسی سہل اور جلد نتیجہ خیز عمل (quick fix) کی بجائے ایک لمبی' مسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ کی گئی جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب بعض ناقدین اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کی تحریروں اور تقریروں میں عقلی اِستدلال اور حکمت کی تبیین غالب ہے جبکہ تذکّر کا پہلو دبتا ہوا ہے' یعنی عنصرِ روحانیت اور جذب و کیف کی کمی ہے۔ جبکہ میرے خیال میں یہ اعتراض کسی طور پر بھی حقیقت سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ حضرات غالباً اس امر واقعہ سے دانستہ یا نادانستہ اغماض برتتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے عنصرِ روحانیت اور ایمانی و عرفانی جذب و کیف اور حقیقی و باطنی ایمانی احساسات کے حوالے سے ''تحریکِ جماعت اسلامی۔ ایک تحقیقی مطالعہ'' میں اپنا موقف بالوضاحت بیان کیا ہے' اور مختصر الفاظ میں اپنے اہم کتابچے ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام'' میں ''تعبیر کی کوتاہی'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے۔ لہٰذا وہ اس سے صرف نظر کیونکر کر سکتے ہیں؟ دین کو کتابوں کی بجائے ہر ہر انسان کے قلب و احساسات پر مرتسم ہونا چاہیے۔ صرف عقلی استدلال اور دانشورانہ موشگافیوں میں حتمیت اور اذعان کی بجائے فکر و تعمق کے الجھاؤ ہیں اور دانش و عقل کے پیدا کردہ شکوک ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ علامہ اقبالؒ کے شیدائی تھے اور انہی کی طرح تدبّر و تفکّر کے ساتھ حُبّ و عشقِ الٰہی کو ازبس ضروری خیال کرتے تھے۔ خالق کائنات کے ساتھ شدید محبت اور مکمل اطاعت توحید کا لازمہ ہے۔ علامہ کا ''رموزِ بے خودی'' کا یہ شعر سادہ الفاظ میں اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ!

قرآن کی مرکزیت اور اہمیت کے حوالے سے گزشتہ دنوں ایک مسلمان مغربی مصنف کی کتاب میں چند سطور مطالعہ میں آئیں جو حقیقت کی صحیح ترجمانی کرتی معلوم ہوئیں۔ یہ اسلوبِ اظہار ان کے قرآن کے عمیق مطالعہ اور گہرے فلسفیانہ انداز کی غمازی کرتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"Laconic in its authority, the Quran is written with the urgency of a telegramme."☆

قرآن کریم کی ابتدائی مکی سورتیں واقعتاً جھنجھوڑنے اور لرزہ طاری کر دینے والی ہیں۔ ان مکی سورتوں کے تاثر کو ٹیلی گرام کی ''ارجنسی'' (urgency) سے مشابہ قرار دینا از حد خیال افروز ہے اور شاید اسے وہ نوجوان نسل نہ سمجھ سکے جن کے لیے جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی (کمپیوٹر) کے ذریعے برقی میل کے بعد پرانے ڈاک کے نظام کا بہت کم تصور رہ گیا ہے۔ میں اس دور کا تجربہ رکھتا ہوں جب معمول کی روزمرہ ڈاک کے علاوہ کبھی کبھی عام اوقات سے ہٹ کر ڈاکیا تار (ٹیلی گرام) پہنچانے آتا تھا' تو پورے گھر کے افراد چوکنے ہو جاتے تھے اور ایک طرح کی کھلبلی مچ جاتی تھی۔ ٹیلی گرام میں اہم خبر کے ساتھ ساتھ فوری اور بلا تاخیر عمل کا تقاضا بھی عموماً ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں پہلو قرآن کی جملہ تعلیمات کے ضمن میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً آیت ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران:۱۳۳) ''دوڑو لپکو اپنے رب کی مغفرت کی طرف'' ان الفاظ میں موجود آہنگِ معنویت بتا رہا ہے کہ ہمیں ایمان کے حصول اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے میں سرعت اور ارجنسی کے احساس کے ساتھ روبعمل ہونا چاہیے۔ تاخیر و تعویق اور مداہنت (complacency) کا رویہ ایسا ہے جس کی مذمت کی گئی ہے۔ اسی طرح حق کے واضح ہونے کے بعد اس کے تقاضوں کو عمل میں لانے میں تاخیر سے توفیق کے سلب ہونے کی وعید سنائی گئی ہے:

﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴿۱۱۰﴾﴾ (الانعام)

قرآن کریم کے جملہ مضامین کی ارجنسی اور دھماکہ خیزیت ہی کی طرف مولانا حالی مرحوم نے اپنے اس شعر میں تصویر لفظی کھینچی ہے:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ھادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

اسی مضمون کو کئی احادیثِ نبویہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ((خیر البر عاجله)) یعنی اچھی نیکی وہ ہے جس کو فوری اور بلا تاخیر عمل میں لایا جائے۔ ''ٹیلی گرام'' کا پیرایہ مزید برآں قیامت (السّاعة) کے احوال کے بیان پر بھی صادق آتا ہے جو نہایت ہولناک اور اچانک و دفعۃً شروع ہو جائیں گے۔ یعنی ہمیں قیامت اور اس دنیا کے خاتمے کی urgency کا خیال ہر لمحے رہنا چاہیے' اور ایک حدیث رسول ﷺ کے مطابق کسی فرد کی موت اس کے لیے قیامت کے درجے میں ہے کہ اس سے اس کے لیے مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دارِ عمل سے دارِ جزا کی جانب بڑھتا ہے۔ الغرض ایک فرد کی موت کسی لمحے (علمِ الٰہی کے مطابق) اس کو آ دبوچے' ہمیں اس سے پہلے زندگی اور صحت کی ساعات کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

دوسری جانب نیکی کے عمل میں محمود سرعت و عجلت کے مقابلے میں نتائج اعمال اور دینی جِدّو جہد بالخصوص

☆ *Shabbir Akhtar, The Quran and the Secular Mind, Routledge, London and New Yark, 2010.*

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقامتِ دین کی مساعی کے سلسلے میں ٹھوس نتائج کا ملۃً اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑ دینے کی تعلیم ہے‘ یعنی ہمارا سوچا سمجھا ذہنی رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم عمل اور سعی و جُہد کے مکلّف ہیں اور نتائج اس کی مرضی و مشیّت پر منحصر ہیں۔ السّعی مِنّا والاتمام من اللّٰہ۔ چنانچہ نتیجہ خیزی میں عجلت پسندی کی بجائے دینی فرائض کے ضمن میں پیہم عمل‘ مستقل مزاجی‘ مداومت (خواہ‘ مقدار کم ہو) اور صبر کی تعلیم دی گئی ہے‘ اور عمل میں انہیں مستقل اپنانا مطلوب و مقصود ہے۔ بحولہ بالا انگریزی جملے کے ابتدائی حصے کا مفہوم بھی نہایت اہم ہے‘ یعنی شارع کی حیثیت میں اللہ جو چاہے حکم دے سکتا ہے اور قانون وضع کر سکتا ہے۔ وہ اپنی اتھارٹی اور حاکمیت میں بلاشرکتِ غیرے مطلق ہے۔ چنانچہ قوانینِ شرعیہ کے بیان میں ہمیں دوٹوک اور انتہائی تحکمانہ انداز نظر آتا ہے‘ مثلاً جیسے فرمایا: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ: ۲۷۵) اقتدار و اختیار کا سرچشمہ صرف اُسی کی ذاتِ اقدس ہے۔

راقم الحروف نے سامعین کی اسلامی تعلیمات اور دین اسلام کے پورے تانے بانے میں اجتماعی انصاف اور عدل و قسط کے نظام کی اہمیت کے حوالے سے توجہ مبذول کروائی۔ سوشل جسٹس اور ایکوئٹی کے تصورات بین الانسانی سطح پر عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے عصر حاضر کی مقبول ترین فلسفیانہ فکر — انسانیت دوستی (humanism) — کے بہت قریب آ جاتے ہیں۔ قرآنی آیات اور بعض مستند اور قوی احادیثِ رسولؐ کا مدعا بھی یہی نظر آتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کو ایک وسیع تناظر میں رکھ کر دیکھا جائے تو ان کا منشا ایک مردِ مؤمن کے اعتبار سے بھی God-centred humanism نظر آتا ہے‘ یعنی ایک ایسا نظریہ جس میں خالق و معبود سے رشتۂ توحید کے بتمام و کمال تقاضوں کے ساتھ اور انسانیت کی سطح پر لوگوں سے ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی مرکزی اہمیت کے حامل ہوں۔ یہاں میں ایک حدیث کے حوالے سے بھی اس خیال کو مزید مؤکد کر سکتا ہوں جس میں ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دین کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ جواباً آپؐ نے اسے دو عناصر کے ذکر سے واضح کیا۔ اوّلاً حنیفیت اور ثانیاً سماحت۔ اوّل الذکر کا مطلب خدا پر ایمان‘ یقین و بھروسہ پوری یکسوئی کے ساتھ ہے‘ جو شک و شبہ کی ہر کھٹک سے بالاتر ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کے بارے میں اس مقدس روایت کو قائم کرنے والے وہ ہزاروں پیغمبر‘ حکماء اور عارف ہیں جنہوں نے خالقِ برحق سے براہِ راست یہ روشنی پائی‘ جنہوں نے اپنے وجدان و ضمیر کی سطح پر ان نقوش کا مطالعہ کیا اور کائنات کے نظم و ترتیب اور حسن و دل آویزی میں اس کے جمالِ جہاں تاب کی جھلک پائی۔ حضرات انبیاء و رسل میں حنیفیت (God centredness) کی شان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذاتِ بابرکت میں نمایاں ترین درجے میں نظر آتی ہے۔ مؤخر الذکر یعنی سماحت (magnanimity) فیاضی‘ عالی ظرفی‘ برداشت‘ دل کی کشادگی اور رواداری کا مفہوم رکھتا ہے‘ جو کسی معاشرے میں انسانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کی فضا قائم کرنے کے لیے ضروری اوصاف ہیں۔ اور ایک اعتبار سے ان کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے جن کی تاکید ہمارے دین میں شدّ و مدّ کے ساتھ آئی ہے۔ چنانچہ دین اسلام میں اس طرح ہیومن ازم کے تمام تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں جن کے لیے ہمارے مغرب زدہ اور مغربی افکار سے متاثر لوگ نرم گوشہ رکھتے ہیں اور بزعم خویش ان کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com